

**حدیث نبوی ﷺ**

حضرت عبد اللہ بن زیدؑ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے: اے اللہ مجھ پر مجبت عطا کرو اور اس کی مجبت بھی جس کی مجبت مجھے تیرے حضور فائدہ بخشے۔ اے اللہ جو میری محبوب چیزیں تو مجھے عطا کرے ان کو میرے لئے ان باتوں میں جو تجھے محبوب ہیں قوت کا ذریعہ بنا دے اور جو میری محبوب چیزیں تو مجھے سے جدا کر دے ان کے بدلتے میں اپنی محبوب چیزیں عطا فرمادے۔ (جامع ترمذی کتاب الدعوات باب عقد التسبیح، حدیث نمبر 3413)

**القرآن الحکیم**

**يُحِبُّونَهُمْ كَحْبِ اللَّهِ وَالَّذِينَ امْنَوْا أَشَدُ حُبًا لِّلَّهِ**  
وہ ان سے اللہ سے مجبت کرنے کی طرح مجبت کرتے ہیں۔ جبکہ وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ کی مجبت میں (ہر مجبت سے) زیادہ شدید ہیں۔ (سورۃ البقرہ، آیت 166)  
(ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرالم رحمہ اللہ تعالیٰ)

**ارشادات عالیہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ**

”پھر معرفت کے بعد بڑی ضرورت نجات کے لئے مجبت الہی ہے۔ یہ بات نہایت واضح اور بدینہی ہے کہ کوئی شخص اپنے مجبت کرنے والے کو عذاب دینا نہیں چاہتا بلکہ مجبت کو جذب کرنی اور اپنی طرف کھینچتی ہے۔ جس شخص سے کوئی سچے دل سے مجبت کرتا ہے اس کو یقین کرنا چاہئے کہ وہ دوسرا شخص بھی جس سے مجبت کی گئی ہے اس سے دشمنی نہیں کر سکتا بلکہ اگر ایک شخص ایک شخص کو جس سے دل سے مجبت رکھتا ہے اپنی اس مجبت سے اطلاع بھی نہ دے تب بھی اس قدر اڑاٹ تو ضرور ہوتا ہے کہ وہ شخص اس سے دشمنی نہیں کر سکتا۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ دل کو دل سے رہا ہوتا ہے۔ اور خدا کے نبیوں اور رسولوں میں جو ایک قوت جذب اور کشش پائی جاتی ہے اور ہزار ہا لوگ ان کی طرف کھینچ جاتے اور ان سے مجبت کرتے ہیں یہاں تک کہ اپنی جان بھی ان پر فدا کرنا چاہتے ہیں اس کا سبب بھی ہے کہ نبی نوع کی بھلانی اور ہمدردی ان کے دل میں ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ ماں سے بھی زیادہ انسانوں سے پیار کرتے ہیں اور اپنے تینیں دکھا اور درد میں ڈال کر بھی ان کے آرام کے خواہ شمید ہوتے ہیں۔ آخر ان کی سچی کشش سعید دلوں کو اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیتی ہے پھر جبکہ انسان پا بوجو دیکھے وہ عالم الغیب نہیں دوسرا شخص کی غنیمتی مجبت پر اطلاع پالیتا ہے تو پھر کیونکہ خدا تعالیٰ جو عالم الغیب ہے کسی کی خالص مجبت سے بے خبر رہ سکتا ہے۔ مجبت عجیب چیز ہے اس کی آگ کو جلاتی اور معصیت کے شعلہ کو ہضم کر دیتی ہے۔ سچی اور ذاتی اور کامل مجبت کے ساتھ عذاب بحق ہوئی نہیں سکتا۔ اور سچی مجبت کے علمات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کی فطرت میں یہ بات منقوش ہوتی ہے کہ اپنے محبوب کے قطع تعلق کا اس کو نہایت خوف ہوتا ہے اور ایک ادنیٰ سے ادنیٰ قصور کے ساتھ اپنے تینیں ہلاک شدہ سمجھتا ہے اور اپنے محبوب کی مخالفت کو اپنے لئے ایک زہر خیال کرتا ہے اور نیز اپنے محبوب کے وصال کے پانے کے لئے نہایت بے تاب رہتا ہے اور بعد اور دوسری کے صدمہ سے ایسا گداز ہوتا ہے کہ بس مر ہی جاتا ہے....“ (چشمہ مسیحی، روحانی خزانہ جلد 20، صفحہ 379-378، ایڈیشن 1984ء)

**رحمت کا نشان**

”... میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اُسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا... ٹو آتا ہے تو جس کو خدا نے اپنی رضا مندی کے عطر سے مسح کیا۔ ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہو گا۔ وہ جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رستگاری کا نوجہ ہو گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَ كَانَ أَمْرًا مُّقْضِيًّا“  
(اشتہار 20 فروری 1886ء، مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 102-100 مطبوعہ لندن)

**حضرت مصلح موعود علیہ السلام کے بچپن کے دو واقعات**

”ایک چھوٹا سا واقعہ جو بہت بچپن کا معلوم ہوتا ہے اور دوسرا نسبتاً پہنچنے یعنی عینفوان شباب کا واقعہ معلوم ہوتا ہے۔“

واقعات پر ناز ہے اُن میں وہ ایک حمافت کا واقعہ بھی ہے۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں ایک رات ہم سب صحن میں سور ہے تھے۔ گرمی کا موسم تھا کہ آسمان پر بادل آیا اور زور سے گرجنے لگا۔ اسی دوران میں قادیانی کے قریب ہی کہیں بچلی گرگئی۔ مگر اس کی کڑک اس زور کی تھی کہ قادیانی کے ہر گھر کے لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ بچلی شاید ان کے گھر میں ہی گری ہے... اس کڑک اور کچھ بادلوں کی وجہ سے تمام لوگ کروں میں چلے گئے۔ جس وقت بچلی کی یہ کڑک ہوئی اس وقت ہم بھی جو چھن میں سور ہے تھے اٹھ کر اندر چلے گئے۔ مجھے آن تک وہ نظارہ میاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب اندر کی طرف جانے لگے تو میں نے اپنے دونوں ہاتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سر پر کھو دیئے کہ اگر بچلی گرے تو مجھ پر گرے اُن پر نہ گرے۔ بعد میں جب میرے ہوش ٹکانا نے آئے تو مجھے اپنی اس حرکت پر پہنچی آئی کہ ان کی وجہ سے تو ہم نے بچلی سے پہنچا تھا یہ کہ ہماری وجہ سے وہ بچلی سے محفوظ رہتے۔ میں سمجھتا ہوں میری وہ حرکت ایک مجنون کی حرکت سے کہنیں تھی۔ مگر مجھے ہمیشہ خوشی ہو اکرتی ہے کہ اس واقعے نے مجھ پر بھی اس مجبت کو ظاہر کر دیا جو مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تھی۔ با واقعات انسان خود بھی نہیں جانتا کہ مجھے دوسرے سے کتنی مجبت ہے جب اس قسم کا کوئی واقعہ ہوتا ہے بھی اپنی مجبت کی وسعت اور اس کی گہرائی کا اندازہ ہو جاتا ہے تو جس وقت مجبت کا انہائی جوش اٹھتا ہے عقل اس وقت کام نہیں کرتی۔ مجبت پر چینک دیتی ہے عقل کو اور مجبت پر چینک دیتی ہے فکر کو اور وہ آپ سامنے آ جاتی ہے۔“ (سوانح فضل عمر، جلد اول صفحہ 148-150، ایڈیشن 2005ء)

پہلا واقعہ یوں ہے: ”میری عمر جب نویاں برس کی تھی۔ میں اور ایک طالب علم گھر میں کھیل رہے تھے۔ وہیں الماری میں ایک کتاب پڑی ہوئی تھی جس پر میلا جگہ داں تھا اور وہ ہمارے دادا صاحب کے وقت کی تھی۔ نئے نئے علموں ہم پڑھنے لگے تھے اس کتاب کو جو کھولا تو اس میں لکھا تھا کہ اب جبراٹل نازل نہیں ہوتا۔ میں نے کہا یہ غلط ہے میرے ابا پر تو نازل ہوتا ہے۔ اس لڑکے نے کہا جراٹل نہیں آتا تکاب میں لکھا ہے۔ ہم میں بحث ہو گئی۔ آخر ہم دونوں حضرت صاحب کے پاس گئے اور دونوں نے اپنا اپنایاں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کتاب میں غلط لکھا ہے۔ جبراٹل اب بھی آتا ہے۔“

دوسرا واقعہ یوں ہے: ”بیوقوفی کے واقعات میں مجھے بھی اپنا ایک واقعہ یاد ہے۔ کئی دفعاً اس واقعہ کو یاد کر کے میں ہنسا بھی ہوں اور بسا واقعات میری آنکھوں میں آنسو بھی آگئے ہیں۔ مگر میں اسے بڑی قدر کی نگاہ سے بھی دیکھا کرتا ہوں اور مجھے اپنی زندگی کے جن

پہلا سفر آپ نے اندر وون ملک بعض مشہور مدارس  
اسلامیہ کے معائنه اور وہاں کے علمی ماحول کے مطالعہ کی  
غرض سے اختیار کیا۔ اس سفر میں:

”مولانا سید سر شاہ صاحب“، قاضی امیر حسین صاحب، حافظ روشن علی صاحب، سید عبدالحی عرب صاحب اور شیخ  
یعقوب علی صاحب عرفانی آپ کے ساتھ تھے۔

پہچانے اور حافظ سعید مختار احمد صاحب کے مکان پر قیام فرمایا۔ انہی کی تحریک پر آپ نے صحیح کے وقت ایک ایسا پُر اثر  
خطاب فرمایا کہ مولوی سراج الدین خان پوری صاحب نے اس کی افادیت کے پیش نظر اس کی فوری اشاعت کی تحریک  
کرتے ہوئے اپنی طرف سے کچھ رقم بھی پیش کی۔  
۲۰ رابرپریل کو یہ وفد رام پور پہنچا۔ جہاں خان صاحب ذوالقدر علی خان اور مولوی عبد اللہ صاحب بیل آپ کے خیر مقدم  
کے لئے موجود تھے۔ رام پور میں آپ نے مدرسہ عالیہ دیکھا۔ ۲۲ رابرپریل کو آپ وفد سمیت امر وہ پہنچ۔ اٹیشن پر  
مولوی سید محمد احسن صاحب اور دوسرے احباب جماعت نے پُر جوش استقبال کیا۔ حضرت صاحبزادہ  
صاحب نے یہاں بھی ایک مختصر تقریر فرمائی۔  
۲۳ رابرپریل کو وفد دہلی پہنچا اور مدرسہ حسین بخش، مدرسہ عبد الرزق اور مدرسہ فتح پوری دیکھا۔ ۲۵ رابرپریل کو دارالعلوم دیوب  
بند دیکھنے کے لئے گئے۔ جمیع الانصار کے سکریٹری مولوی عبد اللہ صاحب سنگھی کے ذریعہ سے دارالعلوم دیوبند کے  
صدر مولانا محمود الحسن صاحب اور دوسرے بزرگ علماء سے ملاقات ہوئی۔ مدرسہ کا معائنه کرنے اور مدرسہ کے متعلق  
ضروری معلومات حاصل کرنے کا موقع ملا۔ مہتمم مدرسہ مولوی محمد احمد صاحب خلف الرشید مولانا محمد قاسم صاحب  
نانوتوی بڑے اخلاق اور مرقد سے پیش آئے۔ لیکن بعض جو شیئے علماء نے گوئی کی اور جو شیئے تعجب میں مولانا  
سید سر شاہ صاحب کو قتل کرنے کی دھمکی دی۔  
دیوبند میں ایک احمدی میاں فقیر محمد صاحب رہتے تھے، ان سے بھی ملاقات ہوئی۔ دیوبند کی عظیم اسلامی درسگاہ دیکھنے  
کے بعد آپ اپنے ساتھیوں سمیت سہارپنور تشریف لے گئے۔ اور وہاں کا مشہور مدرسہ مظاہر العلوم دیکھا۔ مولوی  
عنایت علی صاحب مہتمم مدرسہ جو ایک خوش خوش بزرگ تھے، آخر تک ساتھ رہے۔ اتفاق سے سہارپنور میں حافظ  
عبد الجید صاحب منصوری آئے ہوئے تھے، انہوں نے پورے وفد کو پُر تکلف چائے کی دعوت دی۔  
سہارپنور سے ۲۸ رابرپریل کی شام کو ہر دو رپریج سے آپ روانہ ہوئے اور اگلے دن غلہر سے قبل کامیاب و کامران قادیان  
پہنچ گئے۔ حضرت خلیفۃ المسٹح الاول رضی اللہ عنہ نہایت تپاک سے ملے۔ بڑی خوشی کا انہیار فرمایا اور اگلی رات پورے  
وفد کے اعزاز میں ضیافت کا اہتمام فرمایا۔  
آپ کے سفروں کا جو حال اب تک بیان ہوا وہ دیکھنے والوں یا یہ سفروں کے الفاظ میں تھا۔ لیکن اس حقیقت سے انکار  
نہیں کہ دیکھنے والا خواہ کیسا ہی صاحب بصیرت کیوں نہ ہو وہ دوسرے کے دل میں اُتر کر اس کے باریک درباریک  
جدبات اور ان کے گذشتہ کوئی پہنچ سکتا۔ یقیناً ایک مبصر کے بس کی بات نہیں کہ ذہنوں کے اندر وہی گوشوں تک نفوذ  
کر کے افکار کی موجودی کا ناظرہ کر سکے۔ ان کیفیات کو تو وہی بیان کر سکتا ہے جس کے دل پر گزرا ہی ہو۔ یہ ایک طبی امر  
ہے کہ سیر و تفریق کے وقت بدلتے ہوئے مناظر اور اوقات اور نئے نئے مشاہدات ایک سیاح کے قلب و نظر پر گہرا اثر  
(سوائی فضل عرب، جلد اول، صفحہ نمبر ۲۶۵، ۲۶۹، ۲۷۰، ایڈیشن ۲۰۰۵)

## حضرت صالح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض تعلیمی سفر

لیکھ کی درخواست کی۔ مگر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے  
میرے دل میں بھی ڈالا ہے کہ اب میں یہاں سے روانہ ہو  
جاوں۔ یہاں سے روانہ ہو کر دوسرے دن آپ شاہ بھان پور

پہنچے اور حافظ سعید مختار احمد صاحب کے مکان پر قیام فرمایا۔ انہی کی تحریک پر آپ نے صحیح کے وقت ایک ایسا پُر اثر  
خطاب فرمایا کہ مولوی سراج الدین خان پوری صاحب نے اس کی افادیت کے پیش نظر اس کی فوری اشاعت کی تحریک  
کرتے ہوئے اپنی طرف سے کچھ رقم بھی پیش کی۔

۲۰ رابرپریل کو یہ وفد رام پور پہنچا۔ جہاں خان صاحب ذوالقدر علی خان اور مولوی عبد اللہ صاحب بیل آپ کے خیر مقدم  
کے لئے موجود تھے۔ رام پور میں آپ نے مدرسہ عالیہ دیکھا۔ ۲۲ رابرپریل کو آپ وفد سمیت امر وہ پہنچ۔ اٹیشن پر  
مولوی سید محمد احسن صاحب اور دوسرے احباب جماعت نے پُر جوش استقبال کیا۔ حضرت صاحبزادہ  
صاحب نے یہاں بھی ایک مختصر تقریر فرمائی۔

۲۳ رابرپریل کو وفد دہلی پہنچا اور مدرسہ حسین بخش، مدرسہ عبد الرزق اور مدرسہ فتح پوری دیکھا۔ ۲۵ رابرپریل کو دارالعلوم دیوب  
بند دیکھنے کے لئے گئے۔ جمیع الانصار کے سکریٹری مولوی عبد اللہ صاحب سنگھی کے ذریعہ سے دارالعلوم دیوبند کے  
صدر مولانا محمود الحسن صاحب اور دوسرے بزرگ علماء سے ملاقات ہوئی۔ مدرسہ کا معائنه کرنے اور مدرسہ کے متعلق  
ضروری معلومات حاصل کرنے کا موقع ملا۔ مہتمم مدرسہ مولوی محمد احمد صاحب خلف الرشید مولانا محمد قاسم صاحب  
نانوتوی بڑے اخلاق اور مرقد سے پیش آئے۔ لیکن بعض جو شیئے علماء نے گوئی کی اور جو شیئے تعجب میں مولانا  
سید سر شاہ صاحب کو قتل کرنے کی دھمکی دی۔

دیوبند میں ایک احمدی میاں فقیر محمد صاحب رہتے تھے، ان سے بھی ملاقات ہوئی۔ دیوبند کی عظیم اسلامی درسگاہ دیکھنے  
کے بعد آپ اپنے ساتھیوں سمیت سہارپنور تشریف لے گئے۔ اور وہاں کا مشہور مدرسہ مظاہر العلوم دیکھا۔ مولوی  
عنایت علی صاحب مہتمم مدرسہ جو ایک خوش خوش بزرگ تھے، آخر تک ساتھ رہے۔ اتفاق سے سہارپنور میں حافظ  
عبد الجید صاحب منصوری آئے ہوئے تھے، انہوں نے پورے وفد کو پُر تکلف چائے کی دعوت دی۔

سہارپنور سے ۲۸ رابرپریل کی شام کو ہر دو رپریج سے آپ روانہ ہوئے اور اگلے دن غلہر سے قبل کامیاب و کامران قادیان  
پہنچ گئے۔ حضرت خلیفۃ المسٹح الاول رضی اللہ عنہ نہایت تپاک سے ملے۔ بڑی خوشی کا انہیار فرمایا اور اگلی رات پورے  
وفد کے اعزاز میں ضیافت کا اہتمام فرمایا۔

آپ کے سفروں کا جو حال اب تک بیان ہوا وہ دیکھنے والوں یا یہ سفروں کے الفاظ میں تھا۔ لیکن اس حقیقت سے انکار  
نہیں کہ دیکھنے والا خواہ کیسا ہی صاحب بصیرت کیوں نہ ہو وہ دوسرے کے دل میں اُتر کر اس کے باریک درباریک  
جدبات اور ان کے گذشتہ کوئی پہنچ سکتا۔ یقیناً ایک مبصر کے بس کی بات نہیں کہ ذہنوں کے اندر وہی گوشوں تک نفوذ  
کر کے افکار کی موجودی کا ناظرہ کر سکے۔ ان کیفیات کو تو وہی بیان کر سکتا ہے جس کے دل پر گزرا ہی ہو۔ یہ ایک طبی امر  
ہے کہ سیر و تفریق کے وقت بدلتے ہوئے مناظر اور اوقات اور نئے نئے مشاہدات ایک سیاح کے قلب و نظر پر گہرا اثر  
ڈالتے ہیں۔

### مٹے عشقِ خدا میں سخت ہی محمور رہتا ہوں

یہ ایمان نہ ہے جس میں کہ ہر دم پُور رہتا ہوں  
مٹے عشقِ خدا میں سخت ہی محمور رہتا ہوں  
تباہی تو چشم بدمیں سے پردہ ہے اسے لازم  
وہ ہے مجھ میں نہیں غیروں سے پردہ ہے  
میں اس کے پاس رہ کر بھی بیسہ دُور رہتا ہوں  
قیامت ہے کہ وصل یار میں بھی رنج فرقہ ہے  
نگاہِ دوستاں میں میں تباہی مقصوہ رہتا ہوں  
لیا کیوں ورشہ پُری وفاداری نہ کیوں چھوڑی  
مجھے اس کی نہیں پُردا کوئی ناراض ہو پیش  
میں غداری کی سرحد سے بہت ہی دُور رہتا ہوں  
میں عشقِ حضرت یزدالاں میں جب محمور رہتا ہوں  
خالف پر ہی دین کی مجھ کو اُسے دُنیا کی لائج ہے  
ترپ ہے دین کی مجھ کو اُسے دُنیا کی لائج ہے

اُسے ہے قوم کا غم اور میں دُنیا سے پچتا ہوں

میں اب اس دل کے ہاتھوں سے بہت مجبور رہتا ہوں

”مولانا سید سر شاہ صاحب“، قاضی امیر حسین صاحب، حافظ روشن علی صاحب، سید عبدالحی عرب صاحب اور شیخ  
یعقوب علی صاحب عرفانی آپ کے ساتھ تھے۔  
روانگی سے قبل یہ وفد حصول دعا کے لئے حضرت خلیفۃ المسٹح الاول رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا:  
”میں میاں صاحب کو تم پر امیر مقرر کرتا ہوں... میاں صاحب کو میں نصیحت کرتا ہوں کہ تقوی اللہ اور چشم پوشی سے عموماً  
کام لیں۔ بہت دعا میں کریں۔ جناب اللہ میں گرجانے سے بڑے بڑے برکات اترتے ہیں۔ اور آپ لوگوں کو  
نصیحت کرتا ہوں کہ آپ اپنے امیر کی پوری پوری اطاعت و فرمانبرداری کریں۔ کوئی کام ان کی اجازت کے بدوں نہ  
کریں۔ علم کا گھنڈ کوئی نہ کرے۔ میں نے بھی علم پڑھے ہیں، بعض وقت کوئی لظیحہ مل یہ جاتا ہوں مگر خدا کے فضل  
سے ہُوب سمجھتا ہوں۔ بہت پڑھا ہیے اور پڑھاتا بھی ہوں مگر میں نے دیکھا ہے کہ محض علم کچھ چیزیں۔  
علم آپ بود کہ نور فرست رفتی اُوست۔“

بعد حصول دعا یہ وفد ۱۹۱۲ء کو روانہ ہو کر امیر سر کے راستہ ہر دوار اور ہر دوار سے لکھنؤ پہنچا۔ حضرت صاحبزادہ  
صاحب نے جمعہ امین آباد پارک میں قاضی محمد اکرم صاحب کے مکان پر پڑھا۔ اور آیت ولتکن منکم اُمّۃ  
یدعون الى الخیر (آل عمران: ۱۰۵) پر ایک مختصر خطبہ دیا اور سلسلہ کی تبلیغ و شاعت کے لئے تحریک فرمائی۔  
اس کے بعد آپ مولانا شاہی کے قائم کردہ دارالعلوم ندوہ دیکھنے تشریف لے گئے مولانا شاہی کو پہنچا تو انہوں نے اصرار  
کیا کہ ۶۔۷۔۸۔۱۹۱۲ء کو ندوہ العلما کا سالانہ جلسہ ہو رہا ہے۔ مصر سے سید شیریڈ رضا بھی تشریف لارہے  
ہیں۔ آپ حضرات بھی ضرور شمولیت فرمائیں اور ہمارے ہاں ہی قیام کریں۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ صاحب مولانا  
کی دعوت پر جلسہ میں شامل ہوئے۔ تعطیل جمع سے متعلق ایک پیش شدہ ریزولوشن کی تائید میں تقریر کی۔ اس خیال  
سے کہ دوسرے علماء پڑھنے جائیں اور کوئی بد مزگی پیدا نہ کرے۔ آپ نے مولانا کے ہاں قیام نہ فرمایا لیکن علامہ شاہی منجان  
مرنجی طبیعت رکھتے تھے۔ ان کو جب معلوم ہوا کہ آپ کا قیام کسی اور جگہ ہے تو وہ اصرار کر کے آپ کو پہنچا کہ مدرسہ فریگی محل  
دیکھنے گئے۔ مدرسہ کے شاف اور ان کے اخلاق سے آپ ازحد متأثر ہوئے۔ جس وقت وہاں پہنچا تو مولوی  
عبدالہادی صاحب فریگی محل نہایت تپاک سے ملے اور اپنی کلاس کا معاہنہ کرایا اور پھر مولوی صبغۃ اللہ کو وہ دیکھنے کے ساتھ تھا  
کہ باقی سکول و کھادیں۔ آپ نے دیکھا کہ ہر طالب علم نہایت ادب اور ممتازت سے بات کرتا تھا۔ مولوی عبدالحی  
صاحب کے نواسے کو بھی انہوں نے پیش کیا کہ اس سے سوال کریں۔ اس وقت اس کی عمر کوئی ۱۳ سال کے قریب تھی۔  
اس سے آپ نے جتنے سوال کئے اس نے نہایت سنجیدگی اور ممتازت سے اُن کے جواب دیئے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ  
آپ کسی طالب علم سے نہیں پوچھ رہے بلکہ کسی مفتی سے فتویٰ دریافت کر رہے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ اس پچھے کوئی  
چار ہزار عربی شعر یاد ہیں۔ غرض وہ لٹکا بڑا ہی ذہین تھا۔ افسوس کہ یہ نہایت ذکری اور نہیں پچھو نعمتی ہی میں فوت ہو گیا۔  
قیصر باغ لکھنؤ کی بارہ دری واجد علی شاہ میں آپ نے خصوصیات سلسلہ پر ایک کامیاب لیکھ دیا۔ لکھنؤ سے آپ مولوی  
سید سر شاہ صاحب اور سید عبدالحی عرب صاحب کو لے کر بنارس گئے۔ جماعت نے گوئی اس کے ساتھ پہنچا  
وپیش کیا۔ مگر آپ نے اس کی پروانہ نہ کی اور وہاں چار کامیاب لیکھ دیئے۔ وہ دیکھنے کے باقی ارکان نے لکھنؤ میں سید شیریڈ  
رضہ اور دوسرے علماء سے ملاقا تھیں کیسی۔ حقیقتہ الوجی کا ضمیمه استثنیٰ اور دوسری کتب تقسیم کیں۔ ۷۔۱۹۱۲ء کو حضرت  
صاحبزادہ صاحب بنارس سے کانپور پہنچ۔ جہاں وہ دوسرے حضرات پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔ کانپور میں دو مدرسے  
قابل دید تھے۔ مدرسہ جامع العلوم جس کے ناظم محمد سعید خان صاحب، مالک مطبع نظامی تھے۔ دوسرے مدرسہ الہیات تھا  
جس کے پنپل مولانا آزاد سنجانی تھے۔ چنانچہ آپ نے یہ دونوں مدرسے دیکھے۔

۱۸ رابرپریل کی شام کو کانپور میں حضرت صاحبزادہ صاحب کا ایک پیلک لیکھنگ طلاقی محل کے میدان میں ہوا جو آپ کی قیام  
گاہ کے نزدیک تھا۔ لیکھ کے وقت لوگوں کا ایک ہجوم اٹھا یا اور لیکھنگ گاہ بالکل بھر گئی اور بہت سے لوگوں کو کھٹا ہونا پڑا۔  
کوئی اڑھائی ہزار کے قریب مجمع ہو گا۔ سب سے پہلے مولوی عبدالحی عرب صاحب نے تلاوت کی۔ پھر حافظ روشن علی  
صاحب کی تبلیغ کی جسے سُن کر سُور ہو گئے۔ دو اڑھائی گھنٹہ تک آپ کی تقریر ہوئی۔ تقریر کے بعد جو نبی آپ بیٹھے  
تو لوگ اپنی جگہ پر یہ سمجھ کر رہے ہیں کہ شاید سانس لینے کے لئے بیٹھے ہیں۔ آخر اعلان کیا گیا کہ لیکھنگ تھم ہے۔ اس پر  
سامین نے آواز بلند کہا کہ بہت سے لوگ مصافحہ کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ وہ لوگ جو دن کے وقت ایک گنگو کے  
دوران میں آپ کے منہ پر کافر کہہ کے گئے تھے۔ بڑھ بڑھ کر مصافحہ کرنے لگے۔ کانپور کے شرفاۓ نے مزید قیام اور

اس کے بندے کے ہاتھ سے اسی کے اذن سے ظاہر ہو رہے ہیں۔“

ایسی تظییموں کے بارہ جو اسلام کے نام پر مسلمانوں کا مال لیتی ہیں آپ نے فرمایا کہ اگر آپ نہ آئے ہوتے تو ان کے دعوے کسی قدر قابل قول ہو سکتے تھے مگر چونکہ اب آپ کا ظہور ہو گیا ہے اور انہوں نے آپ کا انکار کر دیا ہے تو”... اب یہ لوگ خدا کے الزام کے نچے ہیں۔“ بعد ازاں حضور وہ تعلیم پیش کرتے ہیں جس کی پوری پابندی طاعون سے پچاسکی ہے۔ کتاب کے اس حصہ میں حضور فرماتے ہیں کہ ”... صرف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اجتِمَاعُ لِجَنَّةِ اَمَاءِ اللّٰهِ جَرْمَنِي 2014

اُول پوزیشن:-

## مقابلہ تعارف کتاب ”کشتی نوح“

نام: محمودہ احمد۔ جماعت Bad Marienberg-Rhein Mosel۔ گروپ: اول

زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچھ چیز نہیں ہے۔ جب تک دل کی عزیمت سے اس پر پورا پورا عمل نہ ہو۔“ نیز آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جو خدا تعالیٰ نے اپنے کلام میں وعدہ فرمایا ہے کہ ”انی احافظ کل من فی الدار“ تو اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ جو آپ کے خاک و خشت کے گھر میں بودو باش رکھتے ہیں ضرور ہی بچائے جائیں گے بلکہ جو لوگ آپ کے روحاںی گھر میں آپ کی پیروی کے ذریعہ داخل ہیں وہ بھی دار میں ہی سمجھ جائیں گے۔ آپ خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔“ ... تمہاری مرضی اس کی مرضی اور تمہاری خواہشیں اس کی خواہشیں ہو جائیں...“ تو حید کی اہمیت آپ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ ہمیں توحید پھیلانے کے لئے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرنی چاہئے اور آپ عاجزی اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہیں، مثلاً ظلم اور تکبر سے بچا اور ظاہر اور باطن ایک کرنا۔ قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں ”جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔“ اور ”نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں۔ مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔“ پھر اس کے بعد آپ محمدی سلسلہ کو موسوی سلسلہ کا قائم مقام بتاتے ہیں مگر یہ ”شان میں ہزار ہار جہہ بڑھ کر ہے“ اور آپ اپنی بعثت کے وقت کے حوالہ سے بیان فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا وہی حال ہو چکا تھا ”جبیسا کہ مسیح ابن مریم کے ظہور کے وقت یہود یوں کا حال تھا۔“

آپ بیان فرماتے ہیں کہ آپ کے حق میں چکتے ہوئے نشان ہیں جو دس ہزار سے بھی زائد ہیں۔ اور یہ کہ طاعون بھی ایک نشان ہے۔ حضرت عیسیٰ کے بارہ آپ قرآن کریم سے ثابت کرتے ہیں کہ آپ کی موت واقع ہو چکی ہے اور اس بات سے اسلام زندہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد حضور خدا تعالیٰ کی صفات بہت ہی محبت کے رنگ میں بیان فرماتے ہیں اور اس کی طاقتوں کا ذکر فرماتے ہیں۔ دنیوی اسباب کے بارہ آپ فرماتے ہیں کہ ہمیں ان قوموں کی ریس نہیں کرنی چاہئے جو اسباب پر گرگنی ہیں، بلکہ آپ فرماتے ہیں کہ کام خواہ دین کا ہو یاد نیا کا، ”خدا سے طاقت اور توفیق مانگنے کا سلسلہ جاری رہے۔“ اور یہ کام صرف خنک ہونٹوں سے نہیں ہونا چاہئے بلکہ ”... سچی عقیدہ ہو کہ ہر ایک برکت آسمان سے ہی اترتی ہے۔“ پھر آپ ایک بہت ہی اہم نکتہ بیان فرماتے ہیں کہ وہی بندنٹیں ہوئی۔ اس کو جسوس کرنے کے لئے اپنے دلوں کے دروازے کھولنے ہوئے کیونکہ آسمان کے فیوض کی اس وقت بہت ضرورت ہے۔ اس کے لئے اضطراب دکھانے کی ضرورت ہے تاکہ خدا رحم کرے۔ احادیث کے بارہ میں آپ ایک بہت ہی اہم نکتہ بیان فرماتے ہیں کہ جو حدیث کو بلکی نہیں مانتے وہ سخت غلطی کرتے ہیں۔ ہماری ہدایت کے لئے خدا نے تین چیزیں دی ہیں۔ قرآن، سنت اور حدیث۔ آپ کی قرآن کریم سے گہری محبت اس طرح عیاں ہوتی ہے کہ ”قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتا ہے“ بلکہ ”... نبیوں کی طرح کر سکتا ہے۔“ قرآن کریم کی خوبیاں بیان فرماتے ہوئے آپ قرآن کریم کا انجلی سے موازنہ فرماتے ہیں۔ خدا کی زمین پر بادشاہت کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ خدا کی بادشاہت آسمان اور زمین دونوں میں ہے، مگر کسی کو پہنچنے سمجھنا چاہئے کہ دنیا میں جرم ام ہونے کی وجہ سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ زمین پر بادشاہت مکمل طور پر نہیں ہے۔ جرم ام پیش لوگ خدا تعالیٰ کے قوانین میں نرمی کی وجہ سے جرم ام کرتے ہیں۔ مگر ہم اس کے نتیجے میں دیکھتے ہیں کہ پھر خدا کے عذاب مختلف شکلوں میں دنیا پر آتے ہیں جن میں ایک طاعون بھی ہے۔

قرآن کریم اور انجلی میں حضرت مسیح موعودؑ کی فرقہ کا ذکر فرماتے ہیں کہ انجلی میں حضور خدا تعالیٰ کی بادشاہت آنے کا ذکر ہے جبکہ ”... قرآن نہ حضور وحدہ بلکہ قائم شدہ بادشاہت اور اس کے فیوض کو دکھلارہا ہے۔“ قرآن کریم سکھلاتا ہے کہ محل اور موقعہ دیکھ کر نیکی کرو جبکہ انجلی صرف حلیمی اور مسکنی وغیرہ پر زور دیتی ہے۔ پھر آپ قدرے تفصیل کے ساتھ سورۃ فاتحہ میں بیان شدہ گروہوں کا ذکر کرتے ہیں یعنی یہود، نصاریٰ اور انعام یافتہ لوگ یعنی مسلمان اور یہ کہ ”... آیت اہدنا الصراط المستقیم میں بشارت دی ہے کہ اس امت کے بعض افراد انہیاء لذشتہ کی نعمت بھی پائیں گے...“ اس کے بعد آپ سمجھاتے ہیں کہ آپ مریکی صفات سے عیسوی صفات کی طرف کیسے منتقل ہوئے۔ اس بارہ میں آپ مزید فرماتے ہیں کہ مسیح موعودؑ کا اس امت میں پیدا ہونا اسی دعا کی قبولیت کا نتیجہ ہے۔ بعد ازاں آپ نے اپنے اور مسیح ناصرؑ کے درمیان جو ممالکیں ہیں وہ بیان فرمائی ہیں، مثلاً تیفیکی مہریں لگیں، بہت ستائے گئے، اپنے اپنے ادوار کے حساب سے چودھویں صدی کے سر پر نازل ہوئے۔ سورۃ فاتحہ کے موضوع کو جاری رکھتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ اس میں بہت حقائق اور معارف جمع ہیں۔ اہدنا الصراط المستقیم کے بارہ میں آپ فرماتے ہیں کہ یہ ایک جامع دعا

کتاب کا نام: کشتی نوح

تصنیف لطیف : سلطان القلم حضرت مزاجاً علام احمد

قادیانی، مسیح موعود و مہدی مسیح موعود علیہ السلام

تاریخ اشاعت: 5 اکتوبر 1902

زیر نظر ایڈیشن پیش کردہ:

نظرات دعویٰ و تلخ صدر انجمن احمدیہ، قادیان

طبع زیر نظر ایڈیشن: جے ہند پرنگ پرلس،

جانشہر

زیر نظر ایڈیشن کی تعداد صفحات: 112

روحانی خداوند جلد نمبر 19 میں یہ کتاب پہلے نمبر پر پائی جاتی ہے۔

کچھ مصنف کے بارہ میں: کتاب ”کشتی نوح“ حضرت مزاجاً علام احمد قادیانی، مسیح موعود و مہدی مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف لطیف ہے۔ آپ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق اپنے وقت پر اس زمانہ میں ظاہر ہوئے۔ آپ کی ولادت 1835ء میں قادیان، ہندوستان میں ہوئی۔ آپ نے مختلف موضوعات پر 80 سے زائد کتب تصنیف فرمائیں جو حباب جماعت کے علم میں اضافہ کا باعث بنتی اور غیروں کے ساتھ گفتگو کرتے وقت بہترین اور لا جواب کر دینے والے دلائل مہیا کرتی ہیں اور غیروں کو اس دور میں اسلام کی طرف گھنیخی لانے والی ہیں۔ آپ کو سلطان القلم کے خطاب سے نوازا گیا ہے اور آپ نے اسلام کا قلم کے ذریسے بھرپور دفاع فرمایا ہے۔

26.05.1908 کو آپ اس جہاں فانی سے رخصت ہو کر اپنے مولاۓ حقیقی سے جا ملے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مسیح موعودؑ خود بھی اس کتاب کی اہمیت بیان فرماتے ہیں۔ ملفوظات جلد دوم میں رقم ہے کہ مونگھیر سے دو افراد نے بیعت کی۔ بیعت کر چکے تو حضورؑ نے فرمایا کہ ”ہماری کتابوں کو خوب پڑھتے رہو تاکہ واقفیت ہو اور کشتی نوح کی تعلیم پر ہمیشہ عمل کرتے رہا کرو اور ہمیشہ خط بھیجتے رہو۔“ (ملفوظات جلد دوم ص 502 ایڈیشن 2003)

اس کے علاوہ آپ نے فرمایا ”اور ایک یہ بھی علاج ہے گناہوں سے بچنے کا کہ کشتی نوح میں جونصائح لکھی ہیں ان کو ہر روز ایک بار پڑھ لیا کرو۔“ (ملفوظات جلد دوم ص 399 ایڈیشن 2003)

کتاب کشتی نوح کے دو اور نام بھی ہیں، ”دعوت الایمان“ اور ”تفویہ الایمان“۔ کتاب کا آغاز سورۃ التوبہ کی آیت نمبر 51 سے ہوتا ہے۔ بعد ازاں حضور علیہ السلام نے گورنمنٹ انگریزی کا شکریہ ادا کیا کہ وہ رعایا کی بہود کے لئے لاکھوں روپیے ان کے علاج کے لئے خرچ کر رہی ہے اور یہ کہ اس اقدام کا شکریہ اداری سے استقبال کرنا چاہئے نہ کہ طاعون کے ٹیکا کو بندنی کی نگاہ سے دیکھ کے۔

لیکن طاعون کے اس ٹیکا کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ ”... اگر ہمارے لئے ایک آسمانی روک نہ ہوتی تو سب سے پہلے رعایا میں سے ہم ٹیکا کراتے۔ اور آسمانی روک یہ ہے کہ خدا نے چاہا ہے۔ کہ اس زمانہ میں انسانوں کے لئے ایک آسمانی رحمت کا نشان و کھادے۔ سواس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہو گا اور وہ جو کامل پیری اور اطااعت اور سچے تقویٰ سے تھا میں مجھوں جاے گا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے۔ اور ان آخری دنوں میں خدا کا نیشن ہو گا تا وہ قوموں میں فرقہ کر کے دکھلادے۔“ گھر کی چار دیواری کی تشریح آپ اس طرح فرماتے ہیں ”بیشتریکہ وہ اپنے تمام مخالفانہ ارادوں سے دست کش ہو کر پورے اخلاص اور اطااعت اور اکسار سے سلسلہ بیعت میں داخل ہو۔ اور خدا کے احکام اور اس کے مامور کے سامنے کسی طور سے مکابرہ اور سرکش اور مغربوں اور غافل اور خود سر اور خود پسند نہ ہو۔ اور ملی حالت موافق تعلیم رکھتا ہو۔“ مگر ایسے لوگ ان میں سے جو اپنے عہد پر پورے طور پر قائم نہیں یا ان کی نسبت اور کوئی وجہ مخفی ہو جو خدا کے علم میں ہوں پر طاعون وارد ہو سکتی ہے۔“ نیز آپ فرماتے ہیں ”لیکن میں اس بات کو معصیت جانتا ہوں۔ کہ خدا کے اس نیشن کو ٹیکا کے ذریعے سے مشتبہ کر دوں۔ جس نیشن کو وہ ہمارے لئے زمین پر صفائی سے ظاہر کرنا چاہتا ہے اور میں اس کے سچے نیشن اور سچے وعدہ کی ٹیکے عزت کر کے ٹیکے کی طرف رجوع کرنا نہیں چاہتا۔“ اور اسی بات کو آپ خدا کے قادر ہوئے کے لئے بھی پیش فرماتے ہیں اور طاعون کو سچے اور جو جھوٹے میں فیصلہ کا ذریعہ بتاتے ہیں اور عیسائی اور مسلمانوں کے دوسرے فرقوں کو آپ مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ وہ بھی خدا تعالیٰ سے بشارات حاصل کر کے چھپا دیں تاکہ لوگوں کو نجات حاصل ہو جاوے۔

آپ فرماتے ہیں کہ یہ ممکن ہے کہ ”کوئی شاذ و نادر کے طور پر اس جماعت میں بھی کیس ہو جائے۔“ (یعنی طاعون کے نتیجے میں اموات کے کیس) مگر ”... شاذ و نادر حکم معدوم کا رکھتا ہے۔ ہمیشہ مقابلہ کے وقت کثرت دیکھی جاتی ہے...“ اور آپ فرماتے ہیں کہ اس جہے سے نیشن کا مرتبہ کم نہیں ہو گا۔ آپ فرماتے ہیں کہ قادیان اور احمدی، طاعون کی خوفناک تباہی سے محفوظ رہیں گے۔ جیسے انبیاء کے زمانوں میں جنگوں میں اہل حق کے قتل ہو جانے سے نیشن میں کچھ فرقہ نہیں آتا۔ بعد ازاں حضور فرماتے ہیں کہ ”... لوگ عنقریب دیکھ لیں گے کہ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کا چہرہ ظاہر ہو گا۔“ اور یہ کہ خدا اب نیا آسمان اور نئی زمین بنائے گا۔ نئی زمین سے مراد وہ پاک دل ہیں جو خدا خود تیار کر رہا ہے اور ”... نیا آسمان وہ نیشن ہیں جو

بعد ازاں آپ نے انسانی زندگی کے لازم حال پائی تھی جو بلکے وقت انسان پر وارد ہوتے ہیں اور انسانی نظرت کے لئے ہے۔

ان کا وارد ہونا ضروری ہے، بیان فرمائے ہیں۔  
نش آور اشیاء سے اور عیاشی کی زندگی سے بھی آپ دور رہنے کی تلقین فرماتے ہیں۔ علماء کو تنبیہ کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ وہ مختلف میں جلدی مت کریں۔ ... کہ بہت سے اسرار ایسے ہوتے ہیں کہ انسان جلدی سے سمجھنیں سکتا۔“  
کیونکہ ”... یہ تقویٰ کا طریق نہیں ہے۔“

آخر پر حضور عورتوں کو نصائح فرماتے ہیں کہ وہ تعدد نکاح کو بری نظر سے نہ دیکھیں۔ دراصل خدا کی شریعت بہت فتح کے مسائل کے علاج اپنے اندر رکھتی ہے کیونکہ ”وہ شریعت کس کام کی جس میں کل مشکلات کا علاج نہ ہو۔“

کتاب کے اختتام پر آپ فرماتے ہیں کہ آپ نے تمام نصائح اس لئے لکھی ہیں ”کہ تاہماری جماعت خدا تعالیٰ کے خوف میں ترقی کرے اور تواتہ اس لائق ہو جاویں کے خدا کا غضب... ان تک نہ پہنچے...“ اور آپ دینی کارروائیوں کے لئے مالی قربانی کرنے کی تحریک بھی فرماتے ہیں۔

کتاب میں بہت سی ایسی پیاری باتیں ہیں جو لکھنے کو دل چاہ رہا تھا، مگر جگہ اجازت نہیں دیتی۔ چھوٹے چھوٹے جملوں میں حضور بہت اہم اور غور کرنے کے لائق باتیں بیان فرماتے ہیں۔ ہر جملہ بہت اہمیت کا حامل ہے اور سمجھنیں آتا کہ کوئی بات لکھیں اور کیا چھوڑیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہو؟ آخر یہ ایک نیک کا کلام ہے! اس بات کا ایک ہی حل ہے کہ اس کتاب کا سب خود، اور بار بار مطالعہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

قرآن بطور ذریعہ ہدایت کے بعد آپ سنت کی طرف آتے ہیں۔ ”... یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی کارروائیاں جو آپ نے قرآن شریف کے احکام کی تشریع کے لئے کر کے دکھائیں۔“ مثلاً قرآن کریم سے نمازوں کی رکعت کی تعداد معلوم نہیں ہوتی مگر سنت کے ذریعہ آپ نے کھول کر دکھایا ہے۔ نیز آپ فرماتے ہیں کہ یہ دھوکا نہ لگے کہ سنت اور حدیث ایک چیز ہے کیونکہ حدیث تو ڈیڑھ سو برس کے بعد جمع کی گئی۔

تیراڑ ریعہ ہدایت کا حدیث ہے اور یہ ”... قرآن کی خادم اور سنت کی خادم ہے۔“ اور ”... حدیث سنت کے لئے ایک تائیدی گواہ ہے۔“ نیز آپ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ایسی حدیث ہو۔“ ... جو قرآن شریف کے بیان کردہ فحص سے صریح مخالف ہے... تو ایسی حدیث کو پھیک دو۔“ اور اگر کوئی حدیث ضعیف ہو۔“ ... مگر قرآن سے مطابقت رکھتی ہے تو اس حدیث کو قبول کرو۔“

اس کے بعد آپ یقین کے مضمون پر روشنی ڈالتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ”... اسی وقت تم گناہ کے مکروہ داغ سے پاک کئے جاؤ گے۔ جب کہ تمہارے دل یقین سے بھر جائیں گے۔“ آپ مزید فرماتے ہیں ”خود سوچ لو۔ کہ جس کو یقین ہے کہ فلاں سوراخ میں سانپ ہے۔ وہ اس سوراخ میں کب ہاتھ ڈالتا ہے۔“ خدا کو پانے کا طریق آپ واستعینوا بالصبر والصلوة یا ان فرماتے ہیں اور یہ کہ نماز میں صرف عربی الفاظ کا پابند نہ رہا جائے بلکہ اپنی زبان میں تصریع کے ساتھ دعا مانگنی چاہئے۔

فروری کے مہینے میں ”ویلنٹائن ڈے“ آج کل تمام دنیا میں بڑے جوش و خروش سے منیا جاتا ہے۔ ہر طرف گھر میں ۷۴، بڑے بڑے شوروں، پبلک سیر گاہوں، ریلوے اسٹیشن، سکوائر، کالجز میں اس تھوار کا ذکر ہوتا ہے۔ مختلف رنگارنگ کارڈز، چاہنے والے کے نام کے زیور، پھول اور نہ معلوم کیا کچھ ان ملکوں میں آپ کو نظر آئے گا۔ یوں لگتا ہے ہر کوئی کسی قسم کی دوڑ کی تیاری کر رہا ہے۔ ہر جو ان لڑکے یا بوڑھے جوڑے تک بیش بہا قیمت کے گلب باغبان کو آرڈر دے کر مغلواتے ہیں اور وقت پر حاصل کرنے کے لئے گراں تدریج ادا کر کے ایک دوسرے کو پیش کرتے ہیں۔ مگر یہ ساری گھما گھی آخر کیوں ہوتی ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ کیا کبھی کسی نے یہ جاننے کی کوشش کی ہے؟

ویلنٹائن ڈے کی ابتداء: ویلنٹائن کے متعلق مختلف بیان ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک بینٹ ویلنٹائن نامی آدمی روم میں رہتا تھا۔ تیسرا صدی میں اس وقت روم میں ایک جابر پادشاہ کلاؤڈیوسClaudius نامی حکومت کرتا تھا جسے ملک کی اکثریت پسند نہ کرتی تھی، جن میں ویلنٹائن بھی تھا۔ یہ جابر شہنشاہ اپنے ملک روم کے لئے بہت بڑی فوج بنانا چاہتا تھا اور حکم دیا کہ مرد شادیاں نہ کریں بلکہ پابند کر دیا گیا کہ مرد اکیلے ہوں اور ان پر بیوی بچوں کی محبت اور ذمہ داری نہ ہو اور سب مرد اس جذبہ خدمت کو لیکر فوج میں شامل ہوں اور اگر مارے بھی جائیں تو ان کے پیچھے کوئی رونے والا نہ ہو۔ مگر یہ بات انسانی نظرت، انسانی جذبات اور نظریہ ضرورت کے خلاف تھی۔ اسلئے ویلنٹائن جو کہ نہ صرف ایک نیک دل اور خدا ترس انسان تھا بلکہ بفتی سے پادری بھی تھا، اس پادری نے انہائی خاموشی سے اپنے طور پر ایسے جوڑے جو شادی کے خواہش مند تھے ان کی شادی کروانا شروع کر دی۔ اس کا یہ مقصد چھپ نہ سکا۔ لہذا کلاؤڈیوس کے حکم پر بینٹ ویلنٹائن کو فرقا کر لیا گیا۔ جن جوڑوں کی شادیاں ویلنٹائن نے کروائی تھیں، وہ جب اس کو جیل میں ملنے جاتے تو اظہار شکر کے لئے اپنے ساتھ کارڈز اور پھول لیکر جاتے۔

بہر حال اسی جرم کی پادشاہ نے اس پادری کو 14 فروری کو سڑائے موت دے دی۔ اس یاد میں یہ دن مختلف طریقوں سے 14 فروری کو منایا جاتا ہے۔ اور بھی بے شمار روایات اس حوالے سے ملتی ہیں جو کہ غیر ضروری ہیں۔

اس واقعہ کو بیان کرنے کا مقصد اس دن کی افادیت بیان کرنا نہیں بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ تھوار ایسا نہیں کہ اس کی تقلید کرنے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔ اب ہم اس دن کے حوالے سے اسلامی عکیب نظر سے بات کریں گے۔

یہ بات تو ہمارے علم میں آگئی ہے کہ اس تھوار کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسلام جو کہ دین کا مل ہے اس فتح کے تھوار جن سے معاشرے میں بے جایی و فاشی کی ترویج کی جو اور معاشرتی استحکام میں رخنہ پیدا ہو ان تمام مسائل اور ذرائع کا راستہ بند کرتا ہے۔

اس فاشی کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ”یقیناً وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں کہ ان لوگوں میں جو ایمان لائے بے جایا چیل جائے اُن کے لئے درنَاک عذاب ہو گا۔“ میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور اللہ جانتا ہے جبکہ تم نہیں جانتے۔“ (النور: 20)

مسلمانوں کے دینی شعار اور ثقافتی طور طیقے اپنے ہیں جن میں غیر مسلموں کی نقاہ اور مشاہدہ سے بچنے کا ہر روز حکم ہے۔ حدیث نبوی ہے:-

”جس نے غیر مسلموں کی مشاہدہ کی وہ انہی میں سے ہے۔“ (ابوداؤد: 403)